بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

نالہ دل

(امیر عزیمت، پیکر استقامت کے ساتھ وابستہ چند یادیں اور باتیں)

شریک غم! محمد طاہر عزیز باروی، ناروے

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مادر علمی مرکز علم و عرفان، آبشار نور و حکمت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی کرم نوازیوں کا گذشتہ دو عشروں سے مرہون منت اور اور ممنون کرم ہوں تکمیلِ حفظ قرآن کے بعد شعبہ تجوید میں 1999ء میں داخلہ لیا، گھر سے باہر پہلا سفر ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ تو اپنے آپ کو اس ماحول کا عادی کرنے میں لگا بعد ازاں جب کوئی تھوڑی بہت شناسائی ہوئی تو کئی نور نور چہروں کی زیارت بلکہ ان کی دست و قدم بوسی کی بارہا سعادت ملی۔

ان میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہما الرحمۃ سعید الامۃ علامہ شیخ الحدیث حافظ محمد عبد الستار سعیدی، جانشین سعدی علامہ محمد منشا تابش قصوری، ادیب شہیر علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی، شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی اور دیگر کئی جید اساتذہ کرام اور علماء کبار مد ظلھم کے ساتھ ساتھ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ بھی شرف ملاقات و زیارت اور ان کے فیض گوہر بار سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا جو سیدنا امام عالی مقام ،نواسہ رسول ﷺ، جگر گوشہ بتول، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سچے اور سُچّے خادم تھے بلکہ یوں کہیے کہ اسم با مسمّیٰ تھے آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ جس شخصیت کے ساتھ نسبت کے حامل تھے دنیا اسے عشق رسالت مآب ﷺ کا سب سے بڑا نام اور استعارہ سمجھتی ہے اور وہ نام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام الشاہ احمد رضا خان کا ہے،

اعلیٰ حضرت سے تو انکی عقیدت کا عالم یہ تھا کہ تقاریر میں انکے علمی نکات بیان فرماتے اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت الشھادۃ العالمیہ کے امتحان کیلئے لکھے جانے والے مقالہ کا عنوان بھی اسی نسبت سے "اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء" لکھا اور اب وہ مقالہ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی پہلی جلد کی زینت ہے۔ مسکرا کر فرماتے کہ جو اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ پڑھے گا پہلے میرا مقالہ پڑھے گا۔

قارئین گرامی! ممدوح گرامی کو پیکر عزیمت واستقامت کہا جائے یا جرأت وبہادری کا ایک خوبصورت عنوان، کشتہ عشق حبیب کہا جائے یا فنافی الرسول کے مقام پر فائز ایک عاشق صادق، علم وعرفان کا بحر قلزم کہا جائے یا معرفت وحقیقت کے سمندروں کا غواص، درس وتدریس کا شاہسوار کہا جائے یا تحقیق وتصنیف کا بحر ذخار۔

الغرض! کوئی بھی لقب یا عنوان اس قدسی صفت، پاکیزہ کردار کے حامل شخص سے متضاد یا ان کی شخصیت سے مختلف نظر نہیں آئے گا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بسیار کوشش کے باوجود میں یہ یاد نہیں کر پایا کہ انہیں پہلی بار کب دیکھا ہاں مگر اتنا یاد ہے کہ جامعہ کے شیڈول کے مطابق طلباء کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے ہفتہ وار مجلسِ علم (بزم رضا) کا پروگرام ثالثہ کلاس تک کے طلباء کا اپنی اپنی کلاسوں میں اس وقت کے موجود استاذ کی زیر نگرانی اور اس سے اوپر موقوف علیہ تک کی کلاسوں کا مشترکہ جامعہ کی مسجد (مسجد خراسیاں) میں ہوتا تھا شاید اب بھی ایسا ہو۔

جامعہ کے کچھ طلباء شاید عمرہ کر کے آئے تھے یا بزم کا کوئی خاص پروگرام تھا یہ مستحضر نہیں البتہ خطاب استاذ گرامی کا تھا تو طلباء کا رش اس قدر تھا کا مسجد کا بغلی دروازہ جو جامعہ کی طرف کھلتا ہے اس سے باہر سیڑھیوں پر کھڑے طلباء سن رہے تھے اور ان دنوں ان کے خطاب کی یہی خصوصیت طلباء میں مقبول تھی کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور قلندر لاہوری کے اشعار کو بہت اعلیٰ انداز میں منطبق کرتے ہیں کہ لگتا ہے یہ شعر کہا ہی اسی موقع کیلئے گیا ہے۔

اللہ کریم نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں اور ظاہری وباطنی حسن کے تمام جلووں سے خوب نوازا تھا عشق رسالت مآب ﷺ اور اخلاص کی بدولت انہیں قبول عام بھی عطا فرمایا مستزاد اس پر انہیں نصرت بالرعب (الحدیث) کا خصوصی فیضان ابتدا سے ہی ودیعت ہوا تھا۔ زمانہ تدریس کے ابتدا سے ہی ان کے سامنے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ ہوتی اور سو دو سو کی کلاس ان کے سامنے یوں دبکی نظر آتی گویا کاٹو تو لہو نہیں۔

معمولات ووظائف۔

ان کے حالات زندگی کے مطالعہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن سے علم وعمل کی دنیا کے شناسا تھے اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا صبح سورۃ یاسین اور شام کے وظائف کے بارے خود فرماتے کہ ابتدا سے ہی میرے ذہن میں اللہ کی طرف سے

یہ بات پیدا ہو گئی کہ میں نے روز سونے سے قبل سورۃ محمد کی تلاوت کرنی ہے اور یہ انکا زندگی بھر معمول رہا اس کے علاوہ تسبیح فاطمہ (سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، بخاری 6318) کے مستقل عامل تھے۔

فرماتے کہ جب سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کے بارے پڑھا کہ انہوں نے زندگی بھر میں صرف ایک دن یہ تسبیح قضا فرمائی اس کے علاوہ کبھی بھی انہوں نے اس کا ناغہ نہیں کیا تو میں ان کی سنت میں تب سے اس پر عمل پیرا ہوں اور یہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں وہ مستقلا دلائل الخیرات شریف اور حزب البحر کے قاری اور عامل تھے اور کبھی کوئی شاگرد یا عقیدت مند کوئی وظیفہ پوچھتا تو یہی چند چیزیں ارشاد فرماتے، فخر القراء جناب قاری عامر خان (ناروے) کو 2004ء میں اپنے دستخط اور اجازت سے دلائل الخیرات ایک جاننے والے کے ہاتھ ڈنمارک یہ کتاب بھجوائی اور اس کے پڑھنے کی تاکید کی۔

لباس

مزاج میں نفاست تھی اسی لیے ہمیشہ صاف ستھرا اور اصل کاٹن کا بغیر مایہ لگا کپڑا شلوار قمیص کے طور پر استعمال کرتے اور شنید یہ ہے کہ یہ کپڑا انہیں بطور خاص ان کے مرشد گرامی بھجوایا کرتے۔ اس کے علاوہ نسواری گاڑھے رنگ کی پگڑی، اسی رنگ کی ٹوپی اور ایک رنگدار چادر (لنگی) انکے کندھے پر موجود رہتی جو انکی دیکھا دیکھی بہت عام ہوئی اور کئی دکاندار ان سے منسوب کر کے وہ چادر بیچنے لگے کہ یہی وہ چادر ہے جو وہ استعمال کرتے ہیں مگر جس شان اور خوبصورتی کے ساتھ چادر انکے کندھے پر دیکھی وہ کہیں اور نظر نہ آئی۔ چلنے میں وہ بہت تیز رفتار تھے اور چلتے ہوئے چادر کا ایک کونا عموما بائیں ہاتھ سے منہ اور ناک پر رکھتے یا کبھی کبھار دانتوں میں دبایا ہوتا کہ تیز چلنے میں اس کے گرنے کا خدشہ نہ ہو۔ چلنے کا خاص یہ انداز ہوتا کہ جیسے وہ کسی اونچائی سے نشیب کی طرف آرہے ہوں فرماتے کہ یہی انداز سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے اور میں نے مجاہد ملت علامہ عبد الستار خان نیازی کے علاوہ اس طرح فطرتی طور پر کسی کو چلتے نہیں دیکھا۔

اللہ کریم نے انہیں فراست مومنانہ بھی عطا فرمائی تھی اور وہ اس سے مردم شناسی کا کام لیتے اسی سبب جو بندہ ان کے دل میں جگہ بنالیتا اس سے محبت کا بھرپور اظہار فرماتے انہیں مجاہد ملت سے بہت انس تھا اور وہ اپنی زندگی میں ان سے بہت متاثر بھی تھے فرماتے میرا زمانہ طالب علمی تھا تو علامہ نیازی جامعہ تشریف لائے تو میں اس انتظار میں تھا کہ کسی طرح موقع ملے تو میں ان سے "آٹوگراف" لوں ہجوم کافی تھا وہ گیٹ پر پہنچے تو میں نے قبلہ مفتی اعظم پاکستان سے عرض کیا کہ میں نے ان سے کچھ لکھوانا ہے مفتی صاحب نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا اور نیازی صاحب سے کہا یہ بچہ کچھ کہنا چاہتا ہے یہ سنتے ہی فورا میں نے اپنی ڈائری آگے کر دی اور کہا کہ کچھ نصیحت فرمائیں۔

استاذ فرماتے بڑی زور دار آواز میں کہا پہلے کہاں تھے ؟ میں نے بتایا کہ آپ مصروف تھے میں کافی دیر سے یہاں بیٹھے آپکا انتظار کر رہا تھا یہ سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔

علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

نیازی صاحب سے انکی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال (2001ء) ہوا تو جامعہ سے ایک بڑی بس پر پورا قافلہ گیا (اس پر میں ایک مکمل مضمون لکھ چکا ہوں) تو استاذ گرامی بھی ساتھ تھے وہاں جنازے کے بعد نیازی صاحب علیہ الرحمۃ کے ان کی طرح بلکہ ستون نما بھانجوں نے جنازے کو گھیر لیا اور کہا بس دور سے زیارت کرو اور جاؤ مگر استاذ گرامی اس دھکم پیل میں آگے گئے اور ان کا ماتھا چوما اور فرمایا۔

''من سرہ ان ینظر الیٰ رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا الرجل''

سادگی اور نفاست

استاذ گرامی کی طبیعت میں نفاست و نزاکت کے باوصف سادگی کا عنصر غالب تھا اور کھانے پینے میں وہ بہت سادہ مزاج کے مالک تھے کئی بار کلاس سے فارغ ہوتے تو فرماتے جا بھائی منڈے آ لنگر لے آ اور وہ لنگر جامعہ کا طلباء کیلئے پکا ہوا سادہ سا کھانا ہوتا وہی کھاتے اور اگر دال ہوتی تو پھر ہری مرچ اور بازار سے سادہ دہی منگواتے اور وہ ساتھ کھاتے۔ ایک بار مجھے بھیجا کہ جاؤ دہی پکڑ لاؤ میں دہی لینے گیا تو نیسلے کا دہی لایا فرمایا او نئیں جھلے آ ملک کولوں کھٹا دہی لے آ۔ یعنی ملک سے کھٹا دہی لے آ میں وہ لایا تو وہ کھایا اور ساتھ فرمایا جب دال کھاؤ تو یہ کھالیا کرو لاہور میں موسم شدید گرم ہوتا ہے اور اس موسم میں دال طبیعت کے موافق نہیں رہتی دہی کھالیا کرو تو اس کی تاثیر مناسب ہو جاتی ہے اور اگر اس میں پودینے اور سبز دھنیے کی ملاوٹ ہو جائے تو پھر سالن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس سب کے باوصف وہ بہت حساس اور انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے کبھی ان کے بالے بڑھے نہ دیکھے نہ کبھی ان کے کپڑے پر کوئی ہلکی سی سلوٹ یا داغ دیکھا۔ کبھی جسم پر خشکی کے آثار تک نہ دکھائی دیے۔ ان کا دماغ اور جسم ہمیشہ تر و تازہ نظر آیا۔

قوتِ حافظہ

رب قدیر جل و علا کی طرف سے انہیں خصوصی طور پر جو قوت حافظہ عطا کی گئی اس کی نظیر کم کم ملتی ہے، قرآن مجید کے بہت پختہ حافظ اور حدیث پاک کا غیر معمولی ذخیرہ ان کے دماغ میں محفوظ تھا، سیرت نبی ﷺ کے ہزاروں واقعات ان کی نوک زبان پر رہتے، سینکڑوں قصائد اور ہزاروں عربی و فارسی اشعار تو جیسے ایک جست میں پڑھ ڈالیں اس کا ہمیں تجربہ ان سے سبعہ

معلقہ اور عربی ادب کی دیگر کتب پڑھتے وقت ہوا بہت کم ایسا ہوا ہو کہ انہوں نے سبعہ معلقہ، حماسہ اور متنبی کے کسی شعر کی کوئی نظیر کسی صحابی یا کسی پاک طینت بزرگ کے کسی قصیدے سے نہ دی ہو۔ اس کے علاوہ کلام اقبال، کلام رضا اور اکبر الہ آبادی کے کلام کے بھی حافظ تھے۔ اور آخر الذکر تین شعرا ان کے پسندیدہ شعرا تھے۔ فتاویٰ رضویہ کا خطبہ انکا پسندیدہ خطبہ تھا اور وہ اسے عموماً تقاریر میں پڑھ کر سناتے اور خصوصیت بتاتے کہ اعلیٰ حضرت نے جن کتب سے استفادہ کیا انکے اسماء انہوں نے اپنے فتاویٰ کے خطبے میں بحیثیت اوصاف نبی ﷺ استعمال کیے اور وہ پڑھتے بھی اپنے مخصوص انداز میں کہا کرتے تم نہیں سمجھے عربی کوئی یہ خطبہ سنے تو وجد میں آجائے۔

اندازِ تدریس

تقریباً تیس سال وہ تدریس سے وابستہ رہے اور ہزاروں علماء کرام کو انہوں نے پڑھایا ہم نے ان سے مختلف علوم و فنون کی کئی کتابیں پڑھیں جس میں صرف، نحو، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث وغیرہ شامل تھے مگر ہر ایک کتاب کا پڑھانے کا انداز اس فن کے تقاضوں کے مطابق ہوتا کسی بھی سبق کے ساتھ صرفی نحوی بحث اس کا لازمہ اور محبت رسول ﷺ کا پیغام اس کا تتمہ ہوتا۔

ہم دورہ حدیث تک صیغے بھی سناتے رہے اور تعلیلیں بھی کرتے رہے۔ دورہ حدیث میں شاید ان کا آخری سبق تھا تو اس دن بھی دو صیغے (اراقۃ، فداء) انکی گردانیں تعلیلات سمیت ہم سے سنیں۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں

ان سے پڑھتے ہوئے اور ایک بات جو کبھی نہیں بھول پایا مجھے وہ بالکل آج صبح کے درس کی بات لگتی ہے کہ ہم جلالین شریف سورۃ طہ کی آیات

"قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ قَالَ بَلْ أَلْقُوا" (سورۃ طہ، 66،65)

ترجمہ! انہوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں، موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو۔

پڑھ رہے تھے فرمانے لگے کہ حضرت موسیٰ ﷺ کے مقابلے میں آنے والے چودہ ہزار جادوگروں کا ایمان کیسے نصیب ہوا؟ حالانکہ وہ مقابلہ کیلئے آئے تھے فرمانے لگے اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ان کا صرف یہ پوچھنا کہ تم پہل کرو گے یا ہم؟ یہ حسن ادب، اظہار تواضع اور تعظیم نبی ﷺ ہے اور اسی کی بدولت اللہ کریم نے ان لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا، تو اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ جھلے او! ایک لمحے کی نبی کی تعظیم اور وہ بھی نبی جان کر نہیں بلکہ ایک عام انسان یا جادوگر سمجھ کر

انہوں نے یہ سب کیا اور وہ رب کی بارگاہ میں وہ اتنی مقبول ٹھہرا کہ انہیں دولت ایمان سے مالا مال کر دیا جو اللہ کے نبی کو نبی ﷺ سمجھ کر تعظیم کرے گا تو اللہ اسے کتنا نوازے گا؟

جلالین شریف پڑھتے وقت کا ایک اور واقعہ بہت محظوظ کرتا ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا پروفیسر خالد عمران سیالوی (سرگودہا) عبارت پڑھ رہے تھے ہم نے سارا درس نظامی اکٹھے بیٹھ کے کیا ساتھ ساتھ بیٹھتے اور اس دن ہم یوں بیٹھے تھے کہ انکے بازو کے اندر سے میں نے اپنا بازو باہر نکال کے اپنے ماتھے سے لگایا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ سے میں اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور وہ عبارت پڑھ رہے تھے کوئی لفظی غلطی ہوئی تو میں نے اسی انداز میں کہنی ماری کہ لفظ ٹھیک کرو دوبارہ ٹھیک نہ ہوا تو دوبارہ بلکہ سہ بار وہی حرکت کی میری توجہ نہ ہوئی کہ استاذ گرامی ہماری طرف دیکھ رہے تھے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کیا مسئلہ ہے؟

میں نے کہا یہ غلط پڑھ رہا ہے کہنے لگے "تے دس فیر" میں نے ہاتھ مونچھوں سے نیچے کیا تو کہنے لگے کہ نا۔نا۔ ہتھ اتھے رکھ تے فیر دس، میں نے معذرت کی تو فرمانے لگے معافی ایسے نہیں ملے گی مولانا خالد عمران صاحب سے فرمایا اٹھ کالے دونوں ہاتھوں سے اس کی مونچھیں کھینچ یہ ہمیں تاؤ کے دکھا رہا ہے اور اس کے لفظ بتانے کے انداز سے تکبر کی بو آئی ہے اس کی طبیعت صاف کر۔ خیر ہماری مونچھیں کھینچی گئیں۔۔۔ آنکھوں سے پانی نکلا ہم نے معذرت کی اور فرمایا چل اب معافی ہے۔

انہیں ہمارے ہم کلاس مولانا امجد ساجد رضوی (بہاولنگر) کی مونچھیں پسند تھیں بلکہ ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے ان کی مونچھوں کو تاؤ دیا اور فرمانے لگے کہ او مچھو! جب کوئی گستاخ نبی نظر آئے اناں نوں وٹ کے کھنگھور ماریں او اسے کھنگورے نال ای نس جائے گا۔

ساتھ نم آنکھوں سے ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رسول اپنی لمبی مونچھوں کو گدی پر گرہ لگاتے تھے ایک دن نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا مونچھیں کب تراشی ہیں؟ عرض کی ابھی تراشی ہیں، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اب تبھی تراشنا جب مجھ سے اگلی ملاقات ہو۔

اگلی بار حاضر ہوئے تو حضور ﷺ وصال فرما چکے تھے، اس کے بعد پوری زندگی مونچھیں نہیں کاٹیں کوئی اگر کاٹنے کا کہتا تو فرماتے اب میں تبھی مونچھیں تراشوں گا جب اگلی ملاقات ان سے ہو گی (ابن عساکر، ج67، ص294)

حدیث رسول ﷺ پڑھانے کا انداز

حدیث پاک پڑھانے سے قبل قصیدہ بردہ شریف اور شجرہ طیبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے لیکر حضرت ابراہیم تک ضرور پڑھتے اور پڑھاتے اور روزانہ قصیدہ بردہ شریف کا ایک شعر بمع ترجمہ و تشریح سمجھاتے ہم نے قصیدہ ان سے یوں ہی پڑھا بھی اور اس کا کافی حصہ یاد بھی کیا جو شعر تلاوت کیا جاتا اس کی مختصر تشریح فرماتے اور اسی کی تاکید بھی کرتے کہ حدیث پاک شجرہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کے بغیر کبھی نہیں پڑھنی۔

حدیث رسول ﷺ کے سبق میں محدثین سراپا ادب اور مجسم عجز و انکسار نظر آتے اور یہی طریقہ ہم نے اپنے اساتذہ کا دیکھا سیکھا مگر ایک چیز جو ان میں دیگر محدث اساتذہ سے ممتاز تھی کہ حدیث کے دوران طلباء کو بھی کسی قسم کی کوئی منافی ادب سرگرمی کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ جسم پر معمولی سی خارش کرتے بھی کسی کو دیکھتے تو شدید نالاں ہوتے اور بہت زیادہ جلال کا اظہار فرماتے یہاں تک کہ کبھی حدیث پاک کی کوئی کتاب الٹی یا ٹیڑھی مطلب مناسب سمت پر نہ پڑی ہوتی تو اس کا بھی برا مناتے اس لیے ہمارے ہم درس علامہ مفتی محمد سلیمان نگدروی (مدرس آستانہ عالیہ سیفیہ راوی ریان) نے اپنے ذمہ یہ ڈیوٹی لی تھی کہ استاذ گرامی کے کلاس میں آنے سے قبل تمام کتابوں کو درست سمت اور سیدھا رکھنا ہے تاکہ کسی وجہ سے انکی طبیعت مکدر نہ ہو۔

دوران کلاس فاضل دوست مولانا محمد مستقیم صاحب (سیالکوٹ) مدرس دعوت اسلامی پاکستان نے حدیث پاک کی عبارت شروع کی تو پہلا لفظ ہی ان سے غلط ہو گیا جبکہ درس و تدریس سے وابستہ افراد اس بات سے واقف ہیں کہ طلباء میں یہ بہت معمولی بات ہوتی ہے پہلے لفظ پر غلطی سنتے ہی جلال میں آ گئے کلاس کو باہر نکال دیا اور خود بھی سبق نہیں پڑھایا واپس تشریف لے گئے اور بار بار فرماتے کہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں حدیث نبی ﷺ ہے اور اس میں غلطی یا عدم توجہ تو ناقابل معافی ہے۔ دروازے پر چند طلباء اکٹھے ہو کر گئے اور معافی مانگی تب معاف بھی کیا اور کثیر رقم سے سب طلباء کو نوازا۔

ہم مشکوۃ شریف پڑھتے تھے تو ان دنوں ان کی کتاب تعلیلات خادمیہ زیر طبع تھی تو مجھے اس کتاب کی فوٹو کاپی کروانے کیلئے بھیجا کتاب کے صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹائم بھی کافی لگ گیا اور جب واپس آیا تو سبق ختم ہو چکا تھا اور استاذ جا چکے تھے عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں چھٹی ہوتی ہے تو مجھے فون فرمایا اور فرمایا اردو بازار والے گول چکر تک آجاؤ اور مشکوۃ شریف بھی ساتھ لے آؤ۔ میں ان کی فوٹو کاپی اور مشکوۃ شریف لے کر پہنچ گیا تو اس دن حرمت شراب پر کچھ احادیث پڑھائی تھیں تو مجھے وہ سارا سبق وہیں گاڑی میں پڑھایا اور شراب کی حرمت اور اس کی پچیس کے قریب موجود اقسام مشتمل اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ ایک پیپر دیا اور ساتھ فرمایا یہ کوئی عام پیپر نہیں یہ جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کے پاس یہی حدیث پڑھی تھی تو انہوں نے لکھوائی تھیں آج میں نے وہ اپنا پیپر تمہیں دے دیا ہے۔ (زہے نصیب)

اسی طرح احادیث کی تشریح میں تو وہ بعض اوقات ایسے ایسے علمی، فکری، روحانی اور عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبے ہوئے نکات بیان کرتے کہ انسان اش اش کر اٹھتا وہ منظر کبھی ہماری یادداشتوں سے محو نہیں ہو سکتا کہ جس دن رسول اکرم ﷺ کے وصال والی حدیث پڑھائی عالم یہ کہ لگتا تھا آج جگر پھٹ جائیں گے اور ایک بات کرتے کرتے انہیں شاید دس منٹ سے زیادہ لگ گئے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تین سو سال تک زمین پر کوئی بندہ مسکرا نہیں سکا اور چادر منہ پر رکھ کر ہمارے استاذ بلک بلک روئے وہاں سے اندازہ ہوا بوقت وصال رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی کیا حالت ہو گی۔

بقول اعظم چشتی مرحوم

اجے توں میرا محبوب نئیں ڈِٹھا
جِنوں ویکھ کے چن شرماوے
بجلی ڈر دی لشک نہ مارے
مَتے بے ادبی ہو جاوے

استاذ گرامی کی حدیث کی تقریباً گفتگو نباض قوم الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی علیہ الرحمۃ کے مرید جناب شیخ اظہر صاحب کے پاس ریکارڈ ہے استاذ گرامی پڑھاتے اور یہ ریکارڈ کرتے، اور اللہ کریم انہیں جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے بہت خدمت کی ہمارے استاذ گرامی کی اور ہمیشہ ان کے ساتھ کھڑے نظر آئے۔

جب تک اکابر قائدین موجود تھے یا یوں کہیے کہ جب تک ملی و سیاسی قیادت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر نہیں آن پڑا تب تک وہ مسلسل مسند تدریس کی زینت رہے اور معقولات و منقولات کی کون سی ایسی کتاب تھی جو انہوں نے نہیں پڑھائی، ہر جانب آپ کی تدریس کا شہرہ ہونے لگا دور و نزدیک سے طالبان علم اپنی علمی و فنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آپ کے مقام تدریس کی طرف کھچے چلے آئے۔

اور انکے زمانہ تدریس میں ہی اہل دل ان سے محبت کا دامن بھرتے اور وہ اہل مطالعہ و کئی صاحب دل لوگوں کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے کسی بھی محقق کو کو کسی قدیمی کتاب، قصیدے یا شعر یا کسی مخطوطے کے متعلق پوچھنا ہوتا تو ان کے پاس حاضر ہوتے اکثر یہ بات سناتے کہ میں صرف کی کلاس پڑھا رہا تھا کہ عام سے دھوتے کرتے میں ملبوس سر پر سادی سی دستار رکھے ایک بزرگ آوارد ہوئے میں نے سلام دعا کی اور آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں ایک کتاب ڈھونڈ رہا ہوں وہ نہیں مل رہی کتاب تو میرے علم میں ہے کہ نایاب ہے مگر میرا کام فقط اس عبارت سے ہے اگر یہ کہیں اور مل جائے تو میرا کام ہو جائے گا استاذ فرماتے ان کے عبارت پڑھنے کے انداز سے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں میں نے فوراً اپنا

مصلّیٰ چھوڑ دیا اور ساتھ بٹھایا عبارت پر گفتگو کی اور ان کی مکمل تسلّی اور تشفّی ہو گئی تو پھر نام پوچھا تو فرمایا مجھے "محمد افضل فقیر" کہتے ہیں۔

صوفی محمد افضل فقیر کوئی عام آدمی نہیں وہ عصر حاضر کے بہت بڑے ادیب، صوفی اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول شاعر تھے انکی شعری ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ محترم حفیظ تائب، حضرت پیر نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) ایسے بڑے بڑے لوگ بھی کئی کئی راتیں جاگ کر ان سے اپنی شاعری کی اصلاح لیا کرتے۔

استاذ گرامی کی انکی محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ ان کا یہ شعر پڑھتے۔

جب روح مری نکلی پیراہن خاکی سے

وہ میرا فقیر آیا روضے سے ندا آئی (جانِ جہاں، 27)

(استاذ گرامی اس میں کچھ ترمیم کر کے پڑھتے کہ جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلی۔۔ تو روضے سے آواز وہ میرا فقیر آیا)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب سے محبت

حدیث پاک سے استدلال میں وہ سب سے زیادہ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ سے بہت زیادہ متاثر تھے اور فرمانے لگے کہ ایک دن ہم غزالی زماں کی مجلس میں حاضر تھے تو وہ فرمانے لگے کہ مولانا! مجھے اللہ نے حدیث کے باب میں اتنا نوازا ہے کہ اگر پانچ صد لوگ لکھنے والوں ہوں تو میں بغیر کسی وقفے اور بغیر کوئی کتاب کھولے چھ ماہ مسلسل لکھوا سکتا ہوں۔

فرماتے کہ میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں کسی نے نبی اکرم ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر علم غیب ہوتا تو حضور ﷺ غالبا حضرت سعد بن معاذ کا نام لیا تھا انہوں نے کے معاملے میں فیصلہ گواہی کو دیکھ کر نہیں بلکہ علم غیب پر فرماتے جبکہ حضور ﷺ نے تو شہادت کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا جو کہ خلاف واقعہ تھا۔

فرماتے حضرت غزالی زماں نے بہت علمی گفتگو فرمائی کہ یہ فیصلہ رسول اکرم ﷺ کا آپ کے علم غیب کی نفی نہیں بلکہ منصب قضا کی عظمت ہے کہ آپ نے جانتے ہوئے بھی گواہوں کو رد نہیں کیا اور یہی قاضی کا کام ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر نہیں شہادت کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے ورنہ ہر قاضی اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرنا شروع کر دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت غزالی زماں سے بہت عقیدت رکھتے۔

(نوٹ! اگر حدیث یا استدلال میں کوئی کمی بیشی ہو تو وہ میری کوتاہی ہے استاذ گرامی نے جو سنایا تھا وہ جو حافظے کی بنیاد پر میں نے لکھ دیا اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو معافی کا خواستگار ہوں)

محافظ ناموس صحابہ۔

اسی طرح درج ذیل حدیث پر ہمارا سبق تھا۔

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ أَصَابَ امْرَأَةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَقَالَ أَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ حَتَّى غَابَ ذَلِكَ مِنْكَ فِي ذَلِكَ مِنْهَا قَالَ: نَعَمْ قَالَ كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ أَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِيدُ بِهَذَا الْقَوْلِ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَسَمِعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: انْظُرْ إِلَى هَذَا الَّذِي سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتَّى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتَّى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ فَقَالَ أَيْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ؟ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هَذَا الْحِمَارِ فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هَذَا؟ قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ يُنْغَمَسُ فِيهَا (أَبُو دَاوُد 4428)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اسلمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا اس پر ہر دفعہ ان سے حضور منہ پھیرتے رہے پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی ؟ بولے ہاں فرمایا حتی کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہو گیا ؟ بولے ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں اور رسی کنویں میں غائب ہو جاتی ہے؟ بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے ؟ فرمایا ہاں میں نے اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو؟ عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کیے گئے پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتی کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا حضور انور اولاً دونوں سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتی کہ مردار گدھے پر گزرے جو ٹانگ اٹھائے تھا تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یارسول اللہ ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا

یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے فرمایا کہ تم نے جو اپنے بھائی کی آبروریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھالینے سے زیادہ بری ہے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

خلاف معمول تشریح حدیث سے قبل ایک طویل گفتگو فرمائی اس حدیث کے سارے طرق اور یہ پورے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں کہاں کہاں موجود ہے خود سنن ابی داود میں کہاں کہاں کس کس لفظ کے ساتھ واقع ہے اور پھر رسول اکرم ﷺ نفاذ حد کے وقت مسجد میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے ہیں پوچھنے پر فرمایا کہ وہ رب کی قضا ہے اور یہ میری ان کیلئے محبت ہے اور فرمایا لقد تاب توبۃ لقسمت علی الارض لو سعتھم پر مکمل گفتگو فرمائی اور طلباء کے ذہن میں یہ بات راسخ کی کہ کبھی بھول کر بھی کسی صحابی رسول ﷺ کے متعلق ذہن میں غلط خیال مت لانا ورنہ اپنے اعمال ضائع کر بیٹھو گے اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوئی عام ہستیاں نہیں بلکہ رب قدیر نے پوری مخلوق کے دل چیک کیے پھر ان میں سے جو بہترین دل تھے انکا انتخاب نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے طور پر کیا۔ ساتھ یہ مصرع دہراتے

دہد عشق احمد بندہ چنیدہ خود را

فرمانے لگے میں اپنے پیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو سانس لینا بھی مشکل ہوتا ہے اور وہ تو نبی اکرم ﷺ کی صحبت پاک میں تھے تو پھر کیسے یہ سب ہو گیا؟

فرمانے لگے جھلے او صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے ہی قربانیاں نہیں دیں بلکہ انہوں نے دین اسلام کے نفاذ کیلئے بھی قربانیاں دی ہیں تا کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام کے قوانین اتنے اہم تھے تو حضور ﷺ نے خود نافذ کیوں نہ فرمائے یہ انکی قربانیاں ہیں کہ اسلام پر کوئی بندہ سوال نہیں اٹھا سکتا۔

مشاجرات صحابہ کے متعلق نظریہ۔

مشاجرات صحابہ پر کبھی گفتگو نہ کرنے دیتے

فرماتے کہ اللہ کے محبوب اور حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ لوگ ہیں ان کے معاملات ان کے پاس ہمیں کس نے قاضی بنایا ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ سیدنا علی المرتضیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ کے مابین مشاجرات کے متعلق فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھتے

حق بدست حیدر کرار۔۔۔ لیکن امیر معاویہ بھی ہمارے سردار

لیکن حب علی کی آڑ میں کبھی کسی بھی صحابی پر زبان درازی کو کبھی گوارا نہ کیا ابھی کچھ عرصہ قبل مشاجرات صحابہ کی آڑ میں کچھ لوگوں نے ناموس صحابہ پر خصوصا سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا ابوسفیان کے معاملے میں اپنے بغض باطن کا اظہار کیا تو ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا اگر وہ اس دن یہی ایک جملہ ہی ارشاد فرما دیتے تو پوری تقریر کا نچوڑ یہی تھا فرمایا کہ دُر دُر کتے او! مالکاں نووی پئے گئے او یہ جملہ ان کے منہ سے ادا ہوا اور یوں ایک تاریخ رقم کر گیا۔

انہیں ویسے تو جمیع صحابہ کرام سے محبت تھی مگر وہ بہت زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے اور ان سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور وہاں سے بھی انہیں مقبولیت حاصل تھی خود فرماتے کہ میں جب ان کے مزار پر (شام) پہنچا تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا اور وہاں قیام کا ہمارا آخری روز تھا ہم دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہمیں غیر ملکی مہمان جان کر دروازہ کھول دیا اور میں نے ان کے مزار کے ساتھ کندھا لگا روتے ہوئے کر کچھ نوافل ادا کیے۔

شام کے باشندوں کے ساتھ محبت اور محبت کی وجہ

انکے دورہ شام کے بعد غالبا جامع مسجد سیدنا خالد بن ولید کے خطیب تھے یا کچھ دیگر علماء شام تو وہ استاذ گرامی کو ملنے جامعہ بھی آئے تو صبح اسمبلی کے بعد مجھے بلایا کہ تو بزم کا چوہدری بنتا ہے اور بڑا منتظم تو آج پتہ چلے گا کہ تم میں کتنی انتظامی صلاحیت ہے شام سے کچھ شیوخ تشریف لا رہے ہیں ان کے ناشتے کا انتظام کرنا ہے مگر وہ ناشتے کھانے کی طرح ہو کہ وہ علماء دوپہر کو کھانا نہیں کھاتے اور فرمانے لگے یاد رکھنا وہ شام کے لوگ ہیں اور ایک دعا میں حضور ﷺ نے شام کو اپنا شام کہا ہے اسی لیے انہیں حضور ﷺ نے اپنا کہا ہے ان کیلئے ناشتے کا انتظام کرنا ہے۔

میں نے اپنے قائد محترم علامہ محمد حبیب احمد سعیدی کے ساتھ مل کر انتظام کیا ان کا استقبال جامعہ کا وزٹ اور اساتذہ و طلباء سے ملاقات کا شیڈول جب ان کے سامنے تفصیل رکھی تو وہ بہت مسرور ہوئے بہت دعائیں دی اور کہنے لگے چلو بزم دا کوئی تے فائدہ ہویا۔۔۔ راحت اندوری یاد آئے۔

اس کی یاد آئی ہے سانسو ذرا آہستہ چلو

دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

تعظیمِ جگر پارہ مصطفیٰ ﷺ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی فرماتے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے سامنے کسی نے کہا سیدہ فاطمہ حضور اکرم ﷺ کی بیٹی تو انہوں نے ٹوک دیا کہ بیٹی نہ کہا جائے یہ عام لفظ ہے وہ حضور ﷺ کی شہزادی ہیں۔ فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو الفاظ کی بات ہے فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیسویں جلد میں کہا ہے خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جائے گا۔

آج کل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس موضوع سخن ہے ہمارے استاذ گرامی وہ تعظیم و توقیر کی ٹکسال میں ڈھلے ایک خوبصورت انسان تھے درج ذیل حدیث پاک پر گفتگو فرمائی تو حیران کر دیا

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُسَامَةَ، كَلَّمَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي امْرَأَةٍ فَقَالَ "إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ، وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ فَاطِمَةُ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا "(بخاری، 6787)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ نے نبی اکرم ﷺ سے ایک عورت کی (جس پر حد کا مقدمہ ہونے والا تھا) سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ کمزوروں پر تو حد قائم کرتے اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا۔

تو اس حدیث پر فرماتے کہ لفظ چوری نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کیلئے نہیں بولا تو ہم کیوں استعمال کرتے ہیں بس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت کام کرتیں تو میں اللہ کا حکم نافذ کرتا ورنہ سیدہ فاطمہ کی فطرت میں پاکیزگی ہی پاکیزگی ہے۔

فرماتے کہ حضرت کاظمی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور نے کسی کیلئے بد دعا فرمائی بلکہ یہ کہا جائے کہ دعاء ضرر فرمائی، جب حضور ﷺ کی طرف لفظ بد کی نسبت جائز نہیں تو سیدہ فاطمہ کی طرف چوری کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

صحابہ کرام کے بعد انہیں اسلامی ہیروز میں سلطان صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی اور سلطان محمود غزنوی سے انہیں بہت پیار تھا اور وہ انہیں اپنا ہیرو اور رول ماڈل سمجھتے اور اپنی تقاریر میں فتح بیت المقدس اور سلطان نور الدین زنگی کے اس منبر اور اس پر پڑھے جانے والے پہلے خطبے کا ذکر بہت والہانہ انداز سے کرتے یہ وہ منبر ہے جو سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے فتح بیت المقدس سے تیس برس پیشتر اس عظیم الشان مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لیے نہایت صنعت اور

کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں (کاریگروں) کی عرصہ دراز کی محنت اور صَرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا اور اس کو اپنے خزانے میں محفوظ رکھا تھا کہ جب میں بیت المقدس فتح کرونگا تو اسے اس محراب کی زینت بنا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گا لیکن سلطان رحمہ اللہ کی یہ آرزو فتح بیت المقدس پوری نا ہوئی اور منبر اسی طرح پڑا رہ گیا، سلطان صلاح الدین نے اس کو منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھوا کر بزرگ نورالدین کی تمنا کو پورا کیا۔

جب بیت المقدس فتح ہوا تو سب علماء نے خطبے تیار کیے تھے اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اسے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے، بے شمار لوگ ہر ایک درجہ اور رتبہ کے ہر ایک دیار و ملک کے علماء و فضلاء جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے، ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی، اذان کہے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کا اشارہ کیا، خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے، سامعین کے دل دہل گئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے یہ خطبہ مکمل وہ عربی میں پڑھتے اور لوگوں کے ولولہ عشق نبی ﷺ کو نئی جوانی عطا کرتے۔ اور اپنے خاص انداز میں ابن خلکان کی روایت کے مطابق وہ یہ سارا عربی خطبہ پورے تسلسل اور اسی رعب میں پڑھتے اور فرماتے کہ یہ میں کسی قبرستان کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھوں تو عربی سمجھنے والے مردے اٹھ کھلونڑ۔۔۔

ہم تو سجدے تیری راہوں میں کیے جائیں گے

جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں

ان کے جلال کے سامنے کوئی تاب نہ لا سکتا ایک دن قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کسی پروگرام میں جانے لگے تو جامعہ کے گیٹ سے مجھے فرمایا کہ جاؤ (مولانا) شکور احمد سیالوی (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کو بلا لاؤ اتفاق یہ کہ یہ اس وقت حدیث پاک کے پیریڈ میں تھے اور پیریڈ استاذ گرامی کے پاس تھا میں نے کچھ دیر انتظار کیا ادھر سے استاذ حافظ صاحب کو دیکھوں کہ وہ گیٹ پہ کھڑے ہیں ادھر حدیث پاک کی کلاس خیر جونہی موقع ملا تو میں نے کہہ دیا کہ شکور بھائی کو حافظ صاحب قبلہ بلا رہے ہیں مجھے اچھا خاصا ڈانٹ دیا فرمایا کہ تین چار منٹ رہ گئے تھے تو رک جاتا ضرور حدیث کے دوران تم نے ڈسٹرب کرنا تھا جب یہ کلاس باہر نکلی تو میں اندر چلا گیا اور میں نے کہا قبلہ میرے لیے تو پل صراط تھا کہ ادھر حافظ صاحب گیٹ پہ کھڑے تھے اور میں ان کے بالکل سامنے کھڑا تھا دروازے میں اسی لیے جسارت کی اور معافی چاہتا ہوں میں نے اتنا کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔ خلاف معمول زور سے ہنسے اور بہت عمدہ نصیحت فرمائی کہ پھر بندہ خود فیصلہ کر لیتا ہے کہ اس نے ایسی حالت میں اس مسئلہ

کو حل کیسے کرنا ہے تم ایک پرچی لکھ کے دروازے سے کسی لڑکے کو پکڑاتے وہ میرے سامنے رکھ دیتا تو میں فورا اسے اشارہ کر دیتا اس طرح تم نے حدیث پڑھانے کا "موشن" ہی توڑ دیا اور اس پر مجھے اچھی خاصی رقم عطا فرمائی کہ جادو دھ سوڈا پی آ۔

جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام پر عمرہ۔

انکے مزاج مبارک میں ایک اور بات بڑی خوبصورت تھی کہ وہ کسی بھی چیز کے اعتراف کرنے میں بہت بے باک تھے اور بلاخوف لومۃ لائم وہ اعتراف کر جاتے۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے خلاف جامعہ کے ایک طالبعلم نے کتاب لکھی کتاب شائع ہونے کے بعد جب جامعہ خبر پہنچی تو اس شقی کو اسی دن جامعہ سے فارغ کر دیا گیا اور بہت سخت کارروائی کی گئی اور اس پر اکابرین اہل سنت کے متعلق کبھی بھی کسی قسم کی کوئی زبان درازی یا ان پر الزام تراشی برداشت نہ کی جائے گی کا دوٹوک موقف بھی جامعہ کی طرف سے دہرایا گیا۔

ہم ان کے پاس سبق پڑھنے گئے تو انہوں نے کلاس میں اس فیصلے کی بہت تحسین کی اسی دوران میں نے سوال پوچھا کہ آپ نے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ کی طرف سے ایک بار خصوصی عمرہ کیا اس کی کیا وجہ تھی؟

فرمانے لگے مولانا! بات یہ ہے کہ میرے دل میں ان کے متعلق انکی کسی تحریر پر کوئی مناسب رائے نہ تھی میں عمرہ کرنے گیا تو میں نے وہاں اپنے جمیع اکابرین کے نام پر عمرہ کیا جو جو نام میرے ذہن میں تھے میں نے ان کے نام زبان سے ادا کیے باقی سب کی نیت کر کے عمرہ کیا مگر پیر صاحب کا نام ذہن میں ہوتے ہوئے انکے متعلق اس خلش کے ہوتے میں نے عمرے میں نیت نہیں کی۔ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب میں رات کو ہوٹل میں جا کے سویا تو خواب دیکھا کہ حرم پاک میں حاضر ہوں اور پیر صاحب دلائل الخیرات شریف کا درس دے رہے ہیں لوگ کھڑے ہو کر سن رہے ہیں۔ میں بھی ایک طرف کھڑے ہو کر درس سننے لگا درس دیتے دیتے جب پیر صاحب کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولانا! ہم نے بھی دین کا کام کیا ہے۔ اور یہ جملہ انہوں نے دو بار کہا بس پھر آنکھ کھل گئی تو اگلے ہی دن میں نے ان کے نام پر عمرہ کیا اور ان کے لیے حرم پاک میں دعا بھی کی۔

وہ جن سے بہار تھی اس چمن میں

جس دن استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کا انتقال ہوا تو اس دن بھی استاذ گرامی اسی طرح مزار کے ایک طرف موجود رہے اور جب ان کو انکی مبارک آرام گاہ میں لٹایا گیا تو فرمایا ایک بار پھر استاذوں کی زیارت کرنے دیں۔

اور جب رات کو ان کو اطلاع ملی تو مفتی صاحب قبلہ کے گھر رات کو آئے تو جامعہ کے اساتذہ، فضلاء اور طلباء رو رہے تھے تو خود بھی رونے لگ گئے اور فرمایا کہ رواوئے منڈے اواج نئیں تے فیر کدوں رووواں گے اسی اج تے یتیم ہوئے آں۔ میں نے یہ منظر دوبار دیکھا ایک تو چند سطور قبل ذکر ہوا دوسرا اسی طرح جب ہمارے شیخ گرامی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ فقیر محمد باروی کا انتقال ہوا تو جنازے پر تشریف لائے اور تدفین کے موقع پر مزار پاک کے کنارے پورے تدفین کے عمل میں موجود رہے اور مسلسل روتے رہے

جب تدفین ہو چکی تو ایک لمبی سرد آہ بھری اور فرمایا

"ھا۔۔۔ جنڑا اسی اج ٹُر گیا اے۔

اس قدر رویا ہوں تیری یاد میں

آئینے آنکھوں کے دھندلے ہو گئے (ناصر کاظمی)

حضرت مفتی صاحب قبلہ تو ویسے انکے مہربان و محبوب تھے اور وہی ان کے لیے نمونہ زندگی تھے، اور وہ اپنی عملی زندگی میں ان سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کے قریب بھی قرب کا اندازہ یہاں سے لگائیں گے قبلہ مفتی صاحب جامعہ میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے تو استاذ گرامی بھی اپنی کلاس سے فارغ ہو کے ان کی خدمت میں پہنچ جاتے اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کرتے اور ان کی خدمت بھی کرتے پاؤں تک دباتے اور کبھی کبھی پھر کلاس میں تبصرہ فرماتے کہ ہمارے استاذ گرامی بہت مضبوط جسم کے مالک ہیں اچھا خاصا طاقت ور آدمی ان کے پاؤں نہیں دبا سکتا فرماتے کہ استاذ مجھے کہتے ہیں کہ یار ایڑیاں دباؤ مگر ان پر ہاتھ نہیں لگتا اور نہ دبائی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان کے پاؤں کے تلوے بہت نرم ہیں۔

فطرت خود کرتی ہے لالے کی حنابندی کے مصداق قدرت خداوندی نے ابتدا سے ہی اس مرد عظیم اور رجل رشید کو اپنے راستے کیلئے چنا تو ایسے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جو عہد موجود کہ نباض بھی تھے اور نابغہ عصر بھی۔ ان میں سے ہر ہر فرد اپنی جگہ پر ایک عظیم راہنما اور مصلح ثابت ہوا جنہوں نے اس بطل حریت اور پاسبان فکر اسلامی کی آبیاری کی اور ان کی زندگی کو عظیم رخ اور پہلو عطا کیے۔

ان میں شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ ان کے استاذ تھے اور ان کے لیے جائے عقیدت بھی اور ان کے شاگرد ہونے پر وہ نازاں بھی۔

قبلہ شرف صاحب کے انتقال کے بعد بزم رضا میں جامعہ نظامیہ میں انکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بزم رضا کے زیر اہتمام "شرف ملت" سیمینار رکھا گیا اس سیمینار میں ایک معروف اسکالر نے استاذ شرف صاحب قبلہ کے حوالہ سے کہا کہ وہ آخری عمر میں اہل سنت کی طرف سے مسئلہ توحید پر کام کم ہونے کی وجہ سے دکھی تھے اور مجھے ایک بار فرمایا کہ مولانا! ہم اہل سنت نے خدا کو کھڈے لائن لگا دیا ہے۔ انکی گفتگو ختم ہوئی تو میں چونکہ پروگرام چلا رہا تھا تو استاذ گرامی مذکور نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ انکے بعد میری گفتگو کروالو۔

مائیک پر آتے ہی فرمانے لگے ہم استاذ شرف صاحب کے پاس پڑھتے تھے ہم نے انکی تحریک پر علم صرف کی ایک کتاب چھاپی تو اس کے مصنف کوئی متعزلی تھے ان کے نام ساتھ کلمہ ترحُّم لکھا ہوا تھا شرف صاحب نے پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ عرض کیا کہ اس کا حاشیہ یا اس کی شرح کا کہا کہ علامہ بندیالوی صاحب نے لکھا ہے تو انہوں نے اسی طرح لکھا ہے اس پر شرف صاحب نے فرمایا کہ میں ان کا شاگرد ہوں اور شاگرد ہونے کے ناطے میں یہ کاٹ رہا ہوں استاذ اگر موجود ہوتے تو ان سے عرض کرتا اور وہ میری بات کو رد نہ فرماتے اور اس بات سے رجوع فرماتے۔

اتنی بات کی اور فرمایا کہ میں شرف صاحب کا شاگرد ہوں اولا تو وہ ایسی بات نہیں کرسکتے ثانیا اگر انہوں نے کی بھی تو میں ان کا شاگرد ہونے کے ناطے یہ بات کاٹ ان کے کلام سے کاٹ رہا ہوں وہ موجود ہوتے میں عرض کرتا تو وہ ضرور مانتے اور رجوع بھی فرمالیتے اسی لیے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ بات ان سے منسوب نہ کی جائے میں نہ یہ ختم کردی۔

شرف صاحب قبلہ سے اسی عقیدت اور ان کے توسل و تصدق سے استاذ گرامی اپنے دادا استاذ علامہ فخر المناطقہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب سے بہت عقیدت رکھتے اور قبلہ شرف صاحب ان کی پوری کلاس کو قبلہ بندیالوی صاحب کی خدمت میں لے کر گئے اور اسی سنت میں استاذ گرامی بھی اپنی کلاس کو استاذ شرف صاحب کی خدمت میں اپنی کلاس لے کر جاتے جب وہ بہت زیادہ علیل تھے اور درس و تدریس سے الگ ہو چکے تھے۔ جب استاذ گرامی مذکور، علامہ شرف صاحب کہ ساتھ علامہ بندیالوی صاحب کے پاس گئے تو دیگر طلباء نے ان سے سلام دعا اور انکی دست بوسی کی سعادت حاصل کی تو استاذ گرامی نے باقاعدہ طور پر قدم بوسی کی اور وہ بھی یوں کہ اپنا سر دستار سمیت کچھ دیر کیلئے ان کے قدمین پر رکھ دیا یہ بیش قیمت لحات کسی کے کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر لیے آج کل وہ تصویر سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہو رہی ہے۔

اسی رنگ کی ایک نظیر ان کے ذہن میں تھی کہ ان کے استاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی جن کی عرصہ دراز تک یہ خدمت کرتے رہے اور ان کے خادم خاص بھی رہے اور انکی تربیت بلکہ ان کے جلال و جمال کا ایک گہرا اثر انکی طبیعت اور مزاج میں شامل تھا جس کا اظہار وہ اعلانیہ طور پر کرتے کلاس کے دوران کئی مرتبہ یہ بات سنائی کہ ہم استاذ رشید صاحب کے ساتھ استاذ عطا محمد صاحب کی خدمت میں گئے واپس آنے لگے تو استاذ رشید صاحب جو اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر تھے انہوں نے اپنی سفید ٹوپی سے بندیالوی صاحب کے جوتے صاف کیے اور وہ جھاڑے بغیر اپنے سر پر رکھ لی اور اسی طرح واپسی کا سفر کیا اور اس پر وہ سراپا تشکر و امتنان تھے کہ انہیں اتنی بڑی سعادت میسر آئی۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی صاحب کی ایمانداری اور اخلاص سے وہ از حد متاثر تھے فرماتے کہ ایک بار میں ان کے ساتھ تھا انہوں نے رائیونڈ کسی پروگرام میں جانا تھا ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو ٹرین چل چکی تھی اب اگر ہم ٹکٹ لینے کیلئے رکتے تو ریل گاڑی نکل جاتی ہم چلتی ٹرین میں سوار ہو گئے خیال تھا کہ ٹکٹ دوران سفر چیکر سے لے لیں گے۔

رائیونڈ تک ٹکٹ چیک کرنے والا بھی کوئی نہ آیا ہم نے تو یہاں اترنا تھا تو ہم مجبوراً اتر گئے اگلے دن مجھے فرمایا مولوی خادم! ریلوے اسٹیشن جاؤ اور وہی گاڑی جو کل اس وقت رائیونڈ گئی تھی اس کے دو رائیونڈ کے ٹکٹ لے آؤ میں لایا تو وہ میرے سامنے پھاڑ دیے کہ چلیں اس طرح محکمہ ریل کو ان کی امانت تو پہنچ گئی اسی پریشانی میں گذشتہ شب میں سو نہیں سکا۔

انکی ایمانداری کے اس واقعہ سے استاذ گرامی بہت متاثر تھے اور خود فرماتے کہ استاذ رشید صاحب نے جو ہماری تربیت کی ہے وہ ہمارے لیے ہماری زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہے ایک بہت دلچسپ واقعہ بہت مسکرا مسکرا کر سناتے کہ میں زمانہ طالب علمی میں ایک مسجد میں امام تھا میلاد النبی ﷺ کے جلسے میں استاذ رشید صاحب کا خطاب رکھا استاذ خطاب کرتے کرتے فرمانے لگے کہ او بھائی جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی دائیہ کون ہے؟

فرمایا کہ میں انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے مجمع میں سب سے پیچھے بیٹھا تھا میرے منہ سے اچانک نکل گیا سیدہ حلیمہ سعدیہ، یہ جواب سنتے ہی استاذ رشید صاحب نے میری طرف دیکھا اور ان کے منہ سے نکل گیا۔ ہاکھو تانہ ہووے تے۔۔ وہ حضور ﷺ کی مرضعہ (دودھ پلانے) ہیں نہ کہ دائیہ میں مسکرا پڑا انہوں نے اسی وقت خطاب میں مجھ سے اور میری مسجد کے لوگوں سے اعلانیہ طور پر معذرت کی اور اگلے دن میں کلاس میں سبق کے اختتام پر باہر جانے لگا تو انہوں نے مجھے ایک پرچی دی فرمایا کہ اسے باہر جا کے پڑھو میں نے کھولی تو اس میں میرے نام ایک خط جس میں گذشتہ پروگرام میں ہونے والی بات پر معذرت لکھی ہوئی تھی۔ تحریر تھی عزیز گرامی! میں کل سے بے سکونی کی کیفیت سے دوچار اور دل شدید اضطراب کا شکار ہے۔ امید ہے آپ مجھے معاف کر کے بڑے پن کا ثبوت دیں گے۔

وہ آپکی مسجد ہے اور آپ وہاں کے امام خطیب ہیں اسی لیے سہو امیرے منہ سے یہ بات نکل گئی اور مجھے لگا کہ میں کلاس روم میں ہوں اور اسی دھیان میں وہ نامناسب جملہ زبان سے ادا ہو گیا۔ اسی لیے آپ کی طرف سے معاف کرنا میرے لیے سکون اور اطمینان قلبی کا باعث ہو گا۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید صاحب کی وجہ سے انہیں قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے بہت عقیدت تھی فرمایا کہ جب کوئی ان سے تعویذ لکھنے کا کہتا ہے تو وہ "نورانی صاحب" کے نام کا تعویذ لکھ کے دے دیتے تو لوگوں کو شفاء مل جاتی۔ انکے وصال کے بعد استاذ گرامی ان کے بچوں سے اپنی سگی اولاد والی شفقت فرماتے بلکہ ان کے بڑے بیٹے محترم سعید صاحب کو ہمیشہ استاذ جی کہہ کر بلاتے۔

اساتذہ کرام میں ایک اور شخصیت جن کے بارے یہ کہنا بے جانہ ہو گا وہ ایک دوسرے کے محب اور محبوب تھے یہ ذات قدسی صفات علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کی ہے کہ ان کا تعلق ان سے بہت گہرا اور لازوال تھا اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنے والد کی طرح صرف سمجھتے نہ تھے بلکہ انکی باتوں کو وہی درجہ دیتے جو وہ اپنے والدین کے حکم کو دیتے۔

اور انکی زندگی میں کئی واقعات ایسے تھے کہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی نے ان کیلئے بہت بڑے سائبان، استاذ راہنما اور مرشد کا کام کیا مثال کے طور پر استاذ گرامی کے جواں سال بھتیجے ایک معروف ادارے میں زیر تعلیم تھے وہ وہیں سے غائب ہو گئے انہوں نے اس صدمے کو اس قدر دل پہ لیا کہ معاشرے سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے اور بس مسجد تک اور مسجد میں بھی کسی سے بات چیت تک نہ کرتے مگر قدرت نے ان سے اتنا بڑا کام لینا تھا یا شاید ان گلی کوچوں سے شناسائی کا پہلا دور تھا کہ یہ سب دیکھیں کیسے ہوتا ہے۔

خیر اس میں شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کا بہت اہم کردار ہے ان کے پاس جانا انہیں تسلی دینا اور قران و حدیث سے انہیں مختلف صبر و تحمل کے واقعات اور اس طرح کے کئی طریقوں سے استاذ گرامی انہیں تدریس کی دنیا میں واپس لائے تب انہیں ایک مکمل کلاس (ثانیہ) کی دی گئی اس کے مکمل اسباق ان کے پاس تھے تو رفتہ رفتہ یہ اس منزل کی طرف آئے اور پھر وہ نوجوان بھی مل گیا اور یوں یہ پھر اسی میدان کے شاہسوار نظر آئے۔

پھر جب انکو حادثہ (2009) پیش آیا تو استاذ گرامی تدریس نہ کر سکے ایک بار جامعہ آئے مگر پھر تاخیر کا شکار ہو گئی تو ایک بار پھر شیخ الحدیث صاحب نے انہیں آمادہ کیا انہیں درس و تدریس کی دنیا میں واپس لانے میں ایک اور شخصیت کا کردار قابل صد تحسین ہے وہ نام ان کے شیخ گرامی حضرت حاجی پیر صاحب کی تھی ایک بار استاذ گرامی اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خدام سے کہہ دیا کہ یہ سارا ذخیرہ کتب اور پڑھنے پڑھانے سے متعلق یہ سب خانقاہ عالیہ بھیج دیں اور میں بس اب شاید کچھ نہ کر سکوں

یہی خبر کسی نے حضرت حاجی پیر صاحب تک کر دی انہوں نے فورا فون کیا اور فرمایا مولانا! اب تک تو ہمیں (عوام کو) صبر اور تحمل کا درس دیتے رہے مگر جب اس سب پر عمل کرنے کی باری آئی تو اب اس قدر دل برداشتہ اور حوصلہ پست ہو گئے کہ کتابیں اور سب کچھ ہمارے ذمہ دینے لگے ہیں ایسے نہیں مولانا ہمت کریں اور صبر سے کام لیں ابھی آپ نے بہت کچھ کرنا ہے اور یوں وہ اس طرف ایک مرتبہ پھر آئے اور پھر تاریخ میں انمٹ نقوش نہیں چھوڑے بلکہ پوری تاریخ کا دھارا بدل کے رکھ دیا۔

اس ضمن میں حبیب من علامہ محمد حبیب احمد سعیدی (ناظم مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ) کی قیادت میں ان کی کلاس کا بھی بڑا اہم رول ہے یہ کلاس متعدد بار وہاں حاضر ہوئی اور اس سال ان کی کلاس کے کافی لوگ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے تو انہیں خبر دی گئی کہ آپ نہیں آرہے تو لڑکے اس طرف جا رہے ہیں بس اس بات پر کہ تم پڑھو دین ہی میں آجاؤں گا اس کے بعد وہ مستقل آتے رہے اگلا سال ہمارا تھا تو ہمیں بھی ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

استاذ گرامی جامعہ کی دوسری منزل پر کمرہ نمبر 21 میں پڑھاتے اور قبلہ شیخ الحدیث صاحب اپنے کمرے سے کبھی کبھی محدث اعظم ہال کی طرف سے آتے تو رک کر سلام دعا کر کے پھر دارالحدیث ہال کی طرف جاتے یا کبھی کبھی واپسی پر اسی راستے سے سلام دعا کر کے پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے جب کبھی استاذ گرامی کی حضرت شیخ الحدیث صاحب پر نظر پڑتی تو فورا جیب سے پیسے نکالتے کہ کسی لڑکے کو بھیجتے کہ جاؤ باہر سے ایک up7 کی بوتل اور دودھ کے دو گلاس ڈال کے قبلہ حافظ صاحب کو پیش کرو وہ تھک گئے ہوں گے سبق پڑھا پڑھا کے متعدد بار مجھے بھی یہ سعادت ملی۔ اور پھر ان کے آنے کے بعد کوئی نہ کوئی ماضی کی بات سناتے اور یاد کرتے جانے کتنے اکابر کے متعلق اور ان کے بے شمار واقعات ہم نے ان سے دوران سبق سنے۔

خیر بات ہو رہی تھی حضرت حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب سے انکی عقیدت کی اکثر فرماتے کہ میں اس وقت کا سب سے بڑا مفتی استاذاں نوں سمجھدا اں۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو انہیں کال کرتے۔

استاذ گرامی جامع مسجد پیر مکی (متصل دربار عالیہ پیر مکی، لاہور) میں تراویح سناتے تھے ایک بار تراویح میں کوئی سہو ہو گیا شاید تین رکعتیں پڑھی گئیں دوران تراویح شیخ الحدیث صاحب کو کال کی اور مسئلہ پوچھا تو شیخ الحدیث صاحب فرمانے لگے دو نفل دوبارہ پڑھیں اور آپ نے منزل بھی دوبارہ پڑھنی ہے تاکہ تراویح میں ختم قرآن کی تکمیل اور سنت بھی قائم رہے شاید انہوں نے آگے سے ازراہ مزاح کہا استاذ جی! ساری منزل جو قابل اعادہ رکعت والی ہے تو شیخ الحدیث صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ دھیان دیا کریں نہ رکعت پہ تو اب پھر منزل بھی اور دو رکعت بھی۔

اسی طرح حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب عرصہ دراز سے ربیع الاول شریف کی آخری جمعرات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں اس پروگرام میں وہ شریک ہوتے اور خطاب بھی فرماتے اور اسی پروگرام والے دن ان کا انتقال ہوا۔

ایک پروگرام میں دوران خطاب فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھا

آب دُر دندان سے عدن ڈوب گیا

رشک لب لعلیں سے یمن ڈوب گیا

اور فرمایا کہ یہ رباعیات ہیں جو حدائق بخشش میں شامل ہیں اور جب "لعلیں" پڑھا تو لعلَیں (لام کے زبر کے ساتھ) پڑھا اور کہا استاذ جی (قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی) یہ واحد لفظ ہے حدائق بخشش کا جس پہ کے تلفظ پہ متردد ہوا ہوں اس کا درست تلفظ کیا ہو گا؟ اس لیے پڑھ دیا ہے کہ آپ سن کر تصحیح فرمادیں گے۔

میں نقابت کر رہا تھا شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اندر سے حدائق بخشش اٹھالاؤ اور پروگرام بھی ان کے کمرے کے باہر ہی ہوتا ہے میں نے پیش کی تو مجھے فرمایا کہ ادھر مجھے دے میں ڈھونڈ دوں یہ ہے کہاں؟ پھر وہ صفحہ تلاش کر کے شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو پھر انہوں نے تصحیح فرمائی کہ یہ لفظ "لعلِیں" ہے

اس شعر کے ساتھ وہ تاجدار گولڑہ پیر سید نامہر علی شاہ صاحب کا کلام مکس کر کے پڑھتے اور کمال کر دیتے۔

ساتھ فرمانے لگے کہ پریشان کیوں ہونا ہے یہ بڑے لوگ جو موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے ہم کیوں اِدھر اُدھر دیکھیں ساتھ طلباء سے یہی باتیں کہ ایسے مواقع غنیمت جانیں کہ ایسے ایسے علم کے جبال موجود ہیں ورنہ تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔

دوسری جانب قبلہ شیخ الحدیث صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی کئی باتیں اکثر وہ دہرایا بھی کرتے کہ یہ جب پہلے دن جامعہ میں داخلہ لینے آئے تو انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام لعل خان لکھتے ہوئے لعل کو "لال" لکھا تو فرماتے میں نے درست کروایا پھر وہی بچہ محنت کرتے کرتے صرف کا امام بن گیا اور تعلیلات کا مصنف بن گیا۔

ابھی چند دن قبل شیخ الحدیث صاحب فرمارہے تھے جس دن سعد پیدا ہوا تو میرے پاس آئے کہ بچہ ہوا ہے نام کیا رکھنا ہے میں نے ان سے کہا آپ کوئی تین چار نام سوچیں پھر بتائیں اگلے دن تین چار نام لکھ لائے تو پھر میں نے کہا "سعد" رکھ لو تو پھر یہی سعد رکھا اور اسی طرح انس نام چھوٹے بیٹے کیلئے منتخب کیا۔ سب سے بڑی بات ابھی جب لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی ندا پر لوگوں کو

اکٹھا کیا تو کچھ لوگوں کو اس پر تحفظات بھی تھے اس وقت قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے کراچی کے سالانہ پروگرام میں بذاتِ خود یہ اعلان فرمایا باوجود یکہ یہ میرے شاگرد ہیں مگر اس کاز پر یہ میرے سمیت سب ان کے سپاہی ہیں اور یہ ہمارے قائد ہیں۔

اپنے اساتذہ کرام کے علاوہ جس شخصیت کے ساتھ انہیں سب سے زیادہ عقیدت و محبت تھی وہ انکے مرشد گرامی حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب تھے انہیں حاجی پیر صاحب سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی اور حاجی پیر صاحب ان پر نازاں تھے۔ انکا ذکر خیر بھی کثرت سے کرتے اور ہمیشہ اپنی نسبت پر مسرتوں کا اظہار کرتے اپنی دونوں کتب کا انتساب بھی انہی کے نام کیا۔

ایک مجلس میں کسی نے ان کے سامنے قبلہ حاجی پیر صاحب قدس اللہ سرہ اور قبلہ جناب جی مدظلہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا اور چھوٹے جناب جی نے یہ فرمایا۔ آپ یہ سن کر اس سنگی پر بڑے برہم ہوئے۔ کہنے لگے جھلے آوہ آپس میں چھوٹے بڑے ہوں گے لیکن ہمارے لیے برابر ہیں۔ کسی سنگی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان میں تفاوت کرتا پھرے۔ جس طرح قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے شیخ ہیں، اسی طرح جناب جی مدظلہ بھی ہمارے شیخ ہیں۔

کچھ احباب استاذ گرامی کی کی سخت گوئی پر چیں بجبیں رہے لیکن لفظوں کے پرستار شاید ھی سمجھ پائیں کہ رزم حق و باطل میں فولاد بننا پڑتا ہے۔

قبلہ حاجی پیر صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ ان کے بارے میں فرمایا ان کو اللہ کریم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ والا ڈنڈا (درہ) عطا فرمایا ھوا ہے۔ ان کی باتوں میں وزن اور ان کے لہجے میں رعب ہے اور لوگ بھی ان کی سنتے ہیں۔

بڑے پیمانے پر ان کی پزیرائی تو ایک عرصے کے بعد ہوئی لیکن شیخ کامل کی نگاہیں بہت بعد کا منظر بہت پہلے دیکھ رہی تھی۔

تقدیر امم کیا ہے کچھ کہہ نہیں سکتا

ہو مومن کی فراست تو کافی ہے اشارہ

ان واقعات کے بعد استاذ گرامی کی زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی جیسے کہ انہیں کوئی خاص روحانی طاقت دے دی گئی ہو اور انہیں کوئی خاص کام سونپ دیا گیا ہو اور ایک ایسا جانکاہ حادثہ بھی ہو گیا جس نے طول و عرض کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور یوں استاذ گرامی نے ضرب یضرب کی دنیا سے اس خاردار وادی میں آوارد ہوئے۔ حالانکہ وہ کام بھی سہل نہ تھا جب نئے سال کا آغاز ہوتا تو وہ عامر عثمانی کا یہ شعر کچھ تصرف کے ساتھ پڑھا کرتے۔

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں

وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

مگر اس سے کہیں زیادہ آزمائشیں اور تلاطم اس وادی میں تھا جس میں اب وہ اتر رہے تھے عامر عثمانی کی اسی غزل کا شعر ہے کہ

ہمیں آخرت میں عامرؔ وہی عمر کام آئی

جسے کہہ رہی تھی دنیا غم عشق میں گنوادی

اس وادی میں جب انہوں نے قدم رکھا پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا بارہا جیل جانا پڑا تشدد برداشت کیا مگر نہ انکے حوصلے پست ہوئے اور نہ کبھی معذوری آڑے آئی وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور بلکہ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے کے مصداق وہ ہر بار ایک نئے جذبے کے ساتھ ان مشکلات کا سامنا کرتے نظر آئے اور ایک ہی بات کرتے کہ انج وی سجن واہ اُنج وی سجن واہ واہ،

پہلی بار جب جیل گئے تو انہیں چونکہ داتا صاحب سے گرفتار کیا گیا تھا تو پہلے تھانہ لوئر مال لے جایا گیا بعد میں تھانہ کوتوالی جب لوئر مال سے کوتوالی لے جایا جانے لگا تو جامعہ نظامیہ کے کچھ طلباء علامہ حبیب احمد سعیدی کی قیادت میں وہاں پہنچ گئے شدید نعرے بازی ہوئی اور کچھ طلباء پولیس کی گاڑی کے آگے لیٹ گئے اور یوں پولیس کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اس موقع پر جامعہ کے دیگر اساتذہ اور کافی طلباء کرام بھی گرفتار ہوئے تھے اور یہی موقع تھا کہ جیل میں ان کے ساتھ پیر سید عرفان شاہ مشہدی بھی انکے ساتھ تھے اور وہ ان کی بہادری سے بہت متاثر تھے اور فرماتے کہ میں جیل میں ان کے پاؤں دباتا رہا ہوں کہ ہمیں قرآن و حدیث سے ہمارے حوصلے بلند کرتے رہے۔

جب رہائی ہوئی تو انہوں نے ان سب لڑکوں کو خراج تحسین پیش کیا اور اس محبت پر وہ بہت متشکر تھے اگلے دن یا شاید اس سے ایک دن بعد وہ جامعہ آئے ہم سبق پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے تو طلباء نے روئیداد جاننا چاہی بڑی پر اثر گفتگو فرمائی۔

فرمانے لگے پہلا دن تھا شام تک میں نے کچھ نہ کھایا اگلے دن پولیس والے نے ایک شاپر میں دال اور روٹی دی ایک ہی شاپر میں دونوں چیزیں فورا مجھ پر دو حملے ہوئے ایک شیطانی اور دوسرا رحمانی دل میں خیال آیا کہ کس طرف نکل آئے ہو تم دیسی گھی کا سالن کھاتے ہو سفید کپڑے ادھر آنے کی کیا ضرورت ہے؟

فرماتے فورا خیال آیا جن کے نام پہ وہ سب کچھ تو مزے سے لیتا رہا ہے تو اب جب دینے کی باری آئی ہے تو پھر قدم پیچھے کیوں ہٹے ؟بس یہ خیال آیا اور میں نے اس دال روٹی والے شاپر کو چوما اور مزے لے لے کر کھایا اور خود فرماتے اتنا لطف کھانے کا کبھی نہیں آیا جتنا اس دن آیا۔

بات کرتے کرتے مجھے فرمانے لگے اوئے تم نے میرے واپس آنے کی دعا کی تھی؟ میں نے جواباً ایک عجیب بات کی جو کہ کسی طور درست نہ تھی میں نے کہا کہ اگر آپ وہاں کچھ دن اور رہتے تو جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی طرح کوئی تصنیفی کام کر آتے کہ پیر صاحب نے بھی تفسیر میں کئی مقامات پر لکھا ہوا ہے ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا فرمانے لگے نابھائی کبھی رب سے آزمائش نہ مانگو بس اس کا فضل ہی مانگو کہا تم نے قرآن نہیں پڑھا جب آزمائش آئی تو بڑے بڑے لوگ ہل گئے اور ساتھ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (البقرۃ،124)

فرمایا کہیں سے علامہ افتخار الحسن زیدی کی کتاب "زندگی" ڈھونڈو اور پڑھو تمہیں اندازہ ہو کہ ہمارے اکابرین نے کس کس طرح قربانیاں دی ہیں۔ کہنے لگے کہ علامہ نیازی صاحب کے ساتھ دیوبند مکتب فکر کے ایک بہت بڑے علامہ صاحب تھے جب وہ جیل میں گئے تو ابتداء بہت ثابت قدم رہے جب بے تحاشا تشدد ہوا تو نیازی صاحب سے پوچھا سناؤ نیازی صاحب نے کہا جان بھی حضور کے نام پر قربان ہے تو وہ کہنے لگے کہ اب تو میں ختم نبوت ﷺ کی وجہ سے آگیا ہوں اگر زندہ یہاں سے واپس گیا تو ختم اللہ بھی ہو گیا تو میری توبہ میں گورنمنٹ سے ٹکر نہیں لوں گا۔

استاذ گرامی فرماتے اللہ انہیں معاف فرمائے مگر اتنا بڑا جملہ اس بندے نے کیوں بولا؟ یہی کہ بہت بڑی آزمائش تھی اور آزمائش میں پورا اترنا آسان نہیں۔ مگر دنیا نے دیکھا یہ مرد قلندر ہر حال میں ثابت قدم رہا کبھی ان کے قدم ڈگمگانا تو دور کی بات قدم میں لغزش تک نہیں آئی بس ایک ہی بات فرماتے کہ یہ ہتھکڑیاں جن کے نام پہ لگی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہنے لگے ایک بار مجھے پولیس والے نے میری وہیل چیئر سے گھسیٹ کے کر گاڑی میں پھینکا تو میں مسکرا پڑا یہ دیکھ کر پولیس والے نے تعجب سے پوچھا: مولوی صاحب! آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ فرماتے میں نے جواباً کہا ہنس میں اس لیے رہا ہوں کہ جس کے لیے تم مجھے گھسیٹ رہے ہو وہ تمھیں نہیں دیکھ رہے۔ اور جس کے لیے میں گھسیٹا جا رہا ہوں وہ مجھے ضرور دیکھ رہے۔ بس یہی فرق ہے تمہارے اور میرے مالکان کا اس بات پہ ہنسا ہوں۔

فرماتے کہ میں جب بھی امام احمد بن حنبل کے واقعات پڑھتا ہوں تو ابن الہیثم والا واقعہ مجھے بہت حوصلہ دیتا ہے اور اسی سے ایک نئی زندگی پالیتا ہوں۔

خریدا نہ گیا شاہ سے جو تا فقیر کا

وہ مرد مجاہد بلاشبہ حق وصداقت کی ایک توانا آواز تھے اور وہ اس کا ثبوت عملی طور پر پیش کر چکے، میرے شیخ گرامی کے نور نظر حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد حسن باروی نے چوک اعظم کانفرنس میں انہیں خطاب کیلئے مدعو کیا تو وہاں کسی نے افواہ اڑادی کہ وہ نہیں آرہے اور گورنمنٹ سے پیسے لے لیے ہیں اس طرح کی افواہیں اڑتی رہیں وہاں گفتگو کے دوران میرے حوالہ سے بات ارشاد فرمائی کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مولوی صاحب کو خرید لیا ہے یہ بچے ہم نے تیار کیے ہیں اور میرا نام لے کے فرمایا کہ ان ہمارے تیار کردہ بچوں کو نہیں خریدا جاسکتا تو ہم تو پھر ہم ہیں نا۔

اور میرا یہ اعلان ہے کہ قیامت تک کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ میں نے کسی سے حضور ﷺ کے دین پر ایک روپے کی سودے بازی بھی کی ہے تو قبر سے نکال کے مجھے لٹکا دینا۔ مگر الحمدللہ پوری کائنات میں کوئی بندہ یہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ کبھی ایک لفظ پہ بھی کمپرومائز کیا ہو

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام۔۔۔للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امسال مارچ میں بھکر میں تشریف لائے تو انہیں کسی نے بتایا تھا کہ طاہر کسی مذہبی جماعت کا رکن بن گیا ہے تو میں نے وضاحت دینے کیلئے ایک لفظ کہا تو کہنے لگے یار تمہیں ہم نے پڑھایا ہے تو کیا ہمیں اتنا بھی اعتماد تم پر نہیں؟ بس خیال رکھا کرو بات کا بتنگڑ بننے میں وقت نہیں لگتا۔

تم نے دین کیلئے کیا کیا؟

انہیں زندگی بھر ایک ہی فکر ستاتی رہی کہ دین کیلئے کیا کیا؟ اور یہی وہ جذبہ تھا جو بچے بچے کے سینے میں موجزن کر گئے مجھے یاد آیا کہ شیخ عبدالرزاق حلبی، دمشق (شام) کے عظیم علماء میں سے تھے۔ ایک روز آپ اپنے ادارہ "فتح السلامی" کیلئے چندہ جمع کر رہے تھے۔ ایک دکان پر پہنچے اور پیسوں کیلئے درخواست کی تو دکاندار غصے میں آگیا اور شیخ کی بے عزتی کی اور آپ کے خوبصورت چہرے پر تھوک دیا۔
شیخ نے اپنی داڑھی اور چہرا، ہاتھ سے صاف کیا اور فرمایا:
"یہ میرے چہرے کیلئے ہے اور میری داڑھی کیلئے ہے، اب یہ بتاؤ کہ تمھارے پاس اللہ عزوجل کے دین کے لئے کیا ہے؟"
شیخ کی یہ بات سُن کر وہ رونے لگا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا، یہ میری تجوری کی چابی ہے۔ جو چاہیں لے لیجئے!

لوگوں نے ان کے بارے میں باتیں کیں الزام تراشیاں کیں مگر وہ ایک ہی بات فرماتے کہ تم مجھے چھوڑو تم یہ بتاؤ تم نے دین کیلئے کیا کیا؟

ایک ہی انکا مشن تھا اور ایک ہی بات اُنہوں نے لوگوں سے بارہا کہی کہ "غلامیٔ رسول ﷺ میں آجاؤ، بہانے بازیاں چھوڑ دو، جب حرمتِ رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ، ہم مذہب کے ٹھیکیدار تو نہیں مگر چوکیدار تو ہیں،

انکی گفتگو کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا، اوچو دھری، او کونسلر، او ایم پی اے، او ایم این اے! اِس دین کیلئے میں نے پتھر کھائے، مٹی اُٹھائی، تلوار اُٹھا کر میدانوں میں گیا، اِس دین کی خاطر میرے نواسے نے گردن کٹوائی، اِس دین کے لئے میرے چچا نے جگر کلیجے نکلوائے مگر چو دھری تیرے ہوتے ہوئے مساجد سے اسپیکر اُتارے گئے

اُس وقت تیری پاور کدھر تھی؟ اُس دن اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ بتا او مالدارہ، صدیقِ اکبر نے تو سارا مال دین کو دے دیا تو نے کبھی زکوٰۃ بھی نہ دی، دین سے غداریاں کیوں کرتے ہو؟ دین کو آپ لوگوں نے دیا کیا ہے؟

یہ بوڑھے فلمیں دیکھتے ہیں، حقے پیتے ہیں سارا سارا دن, اگر حضور ﷺ نے قیامت کے روز حضرت عمر بن معدی کرب کو بلا لیا کہ یہ میرا بوڑھا صحابی مدینے سے چل کر یرموک گیا، تُو زیادہ بوڑھا تھا کہ میری عزت کی خاطر مال روڈ تک نہ گیا؟

اگر کسی نے کہا کہ میرے بچے چھوٹے تھے تو رسول نے امام حسین کے بیٹوں کو پیش کر دیا کہ اِن سے بھی چھوٹے تھے؟ تم اپنے بچوں کی جوانیاں بچاتے ہو، تیرے پتر علی اکبر سے زیادہ خوبصورت تھے؟

آج حالت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے پتر بھی بچاؤ، مال بھی بچاؤ تو دین کدھر گیا، اگر کسی نے کہا کہ میں چاچے کی خاطر نہیں گیا تو رسول پاک ﷺ نے اپنے چچا کو سامنے لے آنا ہے، اپنے بوڑھے صحابہ کو لے آنا ہے"۔

بس یہی سوچو کہ قیامت کو حضور ﷺ کو کیا جواب دو گے کہ دین کیلئے کیا کیا؟

کسی نے بتایا کہ ان کے بڑے صاحبزاد اور بڑی بیٹی کی شادی 22 ربیع الاول کو طے تھی ماں جی کہنے لگیں کہ میں نے ان سے کہا کہ ہم نے بچوں کی شادی رکھی ہے اور آپ دوسری طرف مصروف ہیں تو فرمانے لگے
سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں پتر دا ولیمہ کر دا پھراں ایہہ کم (شادی) میرے توں بغیر ہو جائے گا پر اوہ کم میرے بغیر نہیں ہو سکدے۔

اسی فکر میں انہوں نے لبیک یا رسول اللہ کی صدا لگائی اور دنیا کو ہلا کر رکھ دیا فرمایا کرتے کہ میرے اس دنیا سے چلے جانے کے سو سال بعد بھی اگر کوئی لبیک یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگائے تو میں اپنی قبر سے اس کے جواب میں لبیک کا نعرہ لگاؤں گا۔

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد۔۔ میر الاشہ بھی کہے گا الصلوۃ والسلام

مسجد کی خدمت

ہمیں اکثر ارشاد فرماتے کہ کبھی پیسوں کی خاطر مسجد نہیں تبدیل کرنی دین تمہیں کبھی بھوکا نہیں ہونے دے گا، وہ فرماتے جو بندہ اسٹیج پہ چیخ چیخ کے کہتا ہے اتنا دیا سرکار نے مجھ کو جتنی میری اوقات نہیں اور پھر دیکھے پیسے کو تو وہ بہت بڑا منافق مومن بنو دیکھو میں نے اپنی مسجد میں اتنا عرصہ گذارا ہے اور آج بھی تنخواہ اتنی ہے تو میرے پاس سب کچھ ہے اور فرماتے کہ میں نے اس مسجد میں سات سال اس کے واش روم اور نالیاں اپنے ہاتھوں سے صاف کیے ہیں تاوقتیکہ انتظامیہ نے خود کہا کہ اب حالات بہتر ہیں ہم آپکا کوئی نائب رکھ دیتے ہیں آپ بس نماز اور جمعہ کی امامت کیا کریں۔

سالانہ دو پروگرام

اپنی مسجد میں پورے اہتمام کے ساتھ ربیع الاول شریف میں میلاد شریف اور ماہ محرم الحرام میں عظمت اہل بیت کا پروگرام کرواتے اس میں پہلے درود پاک پڑھا جاتا پھر پروگرام اور خاص لنگر تیار کرواتے دیسی گھی میں اور کہتے کہ بڑے لوگوں کے نام پہ پروگرام ہے اس میں کنجوسی نہیں کرنی۔

بالآخر وہ لمحات آن پہنچے کہ وہ سرخرو اور سرفراز ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے عشق و مستی، جرأت و بہادری، بے ساختگی و برجستگی، اور بے باکی و بے خوفی کا ایک روشن باب بند ہوا۔۔۔ چونکہ ہر طرف مداہنت آمیز سکوت، تسلیم و رضا اور خود سپردگی و خود فروشی کی فضا بنی ہوئی ہے اس لیے وہ گرج دار آواز، وہ پر درد لہجہ، وہ بے خوف صدا اور وہ جرأت آمیز پکار بہت یاد آئے گی رب کریم بال بال مغفرت فرمائے اور روضے سے وہی صدا آئے گی جس کی جانے والے کو چاہ تھی۔

کسی نے کیا خوب کہا۔۔

لہو میں بھیگے تمام موسم گواہی دیں گے

کہ تم کھڑے تھے!

وفا کے رستے کا ہر مسافر گواہی دے گا

کہ تم کھڑے تھے!

سحر کا سورج گواہی دے گا

کہ جب اندھیروں کی کوکھ میں سے نکلنے والے یہ سوچتے تھے

کہ کوئی جگنو بچا نہیں ہے

تو تم کھڑے تھے!

ان المنیّة لم تتلف به رجلاً

بل أتلفت علماً للدین منصوبا

(موت اس حادثے میں ایک شخص کو نہیں لے گئی بلکہ اس نے دین کے ایک
لہراتے ہوئے جھنڈے کو اکھیڑ دیا)

اکبر الٰہ آبادی نے مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی کے لیے کہا تھا کہ وہی دعا ہماری اہل سنت کے ہر ہر فرد کیلئے ہے کہ

اے چرخ ہوائے شوق چلے

اے شاخ عمل گل باری کر

کچھ کام کریں کچھ سعی کریں

ہر شیخ کو عبد الباری کر

ان کے وصال کے بعد ان کے نور نظر لخت جگر بڑے صاحبزادے ان کے مسند نشین ہوئے اس پر کچھ مفاد پرست، شر پسند اور فتنہ پسند عناصر کی جانب سے اس عظیم مشن میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی اور بہت بے ہودہ قسم کے اعتراضات کیے گئے جو بنیادی طور پر بے معنیٰ اور محض اس مشن کو ناکام کرنے کیلئے دشمنان دین کے آلہ کار بننے کی ایک سعی لاحاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ کم عمر ہیں مجھے یاد آیا محدث یحیٰ بن اکثم اکیس سال کی عمر بصرے کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، بعض عمر رسیدہ لوگوں نے اس کم سنی پر بطور طنز کہا قاضی صاحب کی عمر کتنی ہے؟ جتنی حضرت عتاب بن اسید کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکے کا گورنر بنایا تھا جو ابا کہہ کر سب کو خاموش کروادیا۔ انہیں یاد رہنا چاہیے تاریخ اسلامی میں سترہ سالہ محمد بن قاسم بھی کم عمر تھا اور اکیس سالہ سلطان محمد فاتح جس نے بڑے بڑے جرنیلوں کے نامے سے قسطنطنیہ کی ناکامی کا داغ ایک ہی جست میں دھو دیا۔

آخر میں اپنے استاذ گرامی کے جگر گوشہ و جانشین سے چند باتیں کرنا چاہوں گا کہ آپ کی عمر، علم اور تجربے سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ منصب آپ کے سپرد ہے اور اس میں لاکھوں لوگ آپکی آواز پر لبیک کہنے کیلئے تیاری بیٹھے ہیں مگر چند ایک باتوں کا آپکو

بہت خیال کرنا ہو گا آپ کو ایک بار بقیۃ السلف استاذ الاساتذہ علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ کا خط جو انہوں نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کے وصال پر ان کے صاحبزادگان کے نام لکھا تھا (مجلہ النظامیہ مفتی اعظم نمبر صفحہ 60) وہ آپکو بہت توجہ اور انہماک سے پڑھنا چاہیے اپنے اکابرین جن سے استاذ گرامی ہر مسئلہ میں مشورہ کرتے ان سے مشورہ کریں اور دو بزرگوں کو کسی بھی اقدام سے قبل فراموش نہ کریں ایک علامہ شیخ الحدیث حافظ محمد عبد الستار سعیدی اور دوسرے مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمان صاحب، ان بزرگوں کے پاس وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہیں۔ ضلع و تحصیل سطح تو بہت دور پہلے یونین اور پھر اسی حساب سے تحصیل و ضلع کی سطح پر کمیٹیاں بنائیں پھر ان کی مکمل نگرانی کریں آپ کیلئے اس میں آسانی ہو گی کہ آپ کا پہلے سے ورکرز سے رابطہ ہے۔

خوشامدی گروپ کے پرانے شکاری نئے نئے جال کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے آنکھیں کھلی رکھیں اور اسے ایک کامیاب سیاسی جماعت بنائیں سیاسی جماعتوں پر مطبوعہ کتب کا مطالعہ ضرور کریں پھر اپنی جہات کا تعین کریں گے تو ان شاءاللہ کامیابی قدم بوسی کرے گی۔

جاتے جاتے استاذ گرامی کی یاد میں محافظ مدینہ فخر الدین پاشا کا یہ قول پڑھیں کہ سول سال قبل جب مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دینے کیلئے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گنبد خضریٰ کی طرف منہ کر کے کہا یا رسول اللہ ﷺ گواہ رہنا فخر الدین نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔

میرے استاذ گرامی جاتے جاتے دنیا بھر کو بتا گئے کہ حضور ﷺ! گواہ رہنا آپ کے خادم نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔